حضرت موسیٰ پاک شہید گیلانیؒ کی شخصیت و تعلیمات کا تحقیقی مطالعہ

ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب ☆

ا۔ ابتدائی حالات زندگی:

سید موسیٰ پاک شہید گیلانیؒ کا اسم گرامی "محمد جمال الدین موسیٰ" ہے اور آپ کی ولادت اُچ شریف میں شریعت و طریقت کے امام مخدوم سید حامد المعروف گنج بخش و جہاں بخش گیلانی قدس سرہ العزیز کے ہاں ہوئی۔ حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ کے حالات کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے اختصار سے کام لیا ہے جس کی وجہ سے تفصیلات کی جستجو کرنے والوں کی تشنگی باقی رہتی ہے۔ ہمارے نزدیک آپ کی سوانح حیات کا سب سے باوثوق ذریعہ بحرا لسرائر ایک فارسی قلمی نسخہ ہے۔ جس میں آپ کے احوال کے بارے میں کئی روایات منقول ہیں، جس سے استفادہ کرتے ہوئے کتاب غوث اعظم اردو میں ترتیب دی گئی ہے۔ ان کُتب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ پاک شہید کی ولادت باسعادت ۹۵۲ھ میں ہوئی۔ قطب العالم، سلطان الشہداء زماں جمال الاسلام آپ کے القاب ہیں اور ابوالحسن کنیت ہے۔

۲۔ تعلیم و تربیت:

آپ لڑکپن ہی سے زاہد و عابد تھے۔ علوم ظاہری سے بھی بے بہرہ نہ تھے علم الصرف ختم کر کے علم النحو میں توجہ فرمائی۔ رسائل ایسی توجہ سے پڑھے کہ جیسے باید و شاید۔ کتاب قافیہ کی بحث مرفوعات ختم کیا تھا کہ انشراح صدر ہو

☆ ڈائریکٹر بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

گیا۔علوم احادیث ، فقہ ،تصوف میں خاصی دسترس حاصل کر لی اور اوراد وظائف کے دل دادہ تھے۔خوش نویسی کے لیے اکثر رات کو مشق کرتے ۔خود روایت فرماتے ہیں :

''میری والدہ کو جب میری شب بیداری وشوق نویسندگی کا علم ہوا تو شب کو بار بار مجھے دیکھ لیتیں اور آ کر مجھے سلا جاتیں، میں حسب فرمودہ سو جاتا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اپنا شوق پورا کرتا اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ والدہ صاحبہ آتی ہیں تو میں جلدی سو جاتا اکثر مرتبہ یہ ہوا کہ مجھے خود نیند نے تنگ کیا۔ میں نمک آنکھوں میں ڈال لیتا''۔

خود فرماتے تھے کہ:

'' مجھے پہلے اپنے جدامجد سے فیض حاصل ہوا۔اور بعدازاں والدگرامی سے۔ میں ہر وقت والد صاحب کی خدمت میں حاضر رہتا،طفولیت میں بھی مجھے یہ شوق تھا کہ جہاں تک ہو سکے یادمولیٰ از ہمہ اولیٰ ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میرے والد قدس سرہ میری یہ کیفیت اور ریاضت دیکھ کر فرماتے کہ'' بابازودشود کہ از دوستاں حق شوی''

فرماتے تھے کہ:

'' اگرچہ استاد صاحب کے پاس میں نے کافیہ تک تعلیم حاصل کی، لیکن تائید غیبی نے مجھ سے وہ کتب فہمی کرائی کہ تحصیل ختم کیے ہوں کو وہ کم نصیب ہو گی۔ تلاوت قرآن شریف و ذکر طیبہ شوق سے کرتا۔ ذکر کی یہ حالت تھی کہ کھانا کھانے میں تساہل کرتا۔ میری والدہ محترمہ بعض اوقات میرے والد محترم سے شاکی ہوتیں کہ ذکر خدا میں کھانے تک کی پرواہ نہیں ہوتی کھانا سرد ہو جاتا ہے۔''

مجھے والد صاحب فرماتے کہ:

'' بابا نفس کے آرام کے لیے بھی کچھ ہونا چاہیے ریاضت کے لیے ابھی بہت وقت پڑا ہے۔صبح کی نماز کے بعد والد ماجد مجھے اپنے سامنے بٹھا کر وظائف پڑھواتے اور ذکر جہر بطور قاعدہ قادری ہی کراتے۔ میں بعمر ۹ سال تھا کہ آپ نے مجھے بعض اسماے الٰہی اور ادعیہ مسنونہ کی تلقین کی اب میری عمر ۵۲ سال کی ہے مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی وہ وظیفہ ترک کیا ہو۔ مجھے جب معلوم ہوا کہ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ فرمان الٰہی ہے یہ شوق دامن گیر ہوا کہ چونکہ وسیلہ پکڑنا شرط سالک ہے، اس لئے یہ دولت سرمدی حاصل ہو۔عرصہ تک اس خیال میں مضطرب رہا۔ آخر کار خلاق عالم نے میری عقدہ کشائی کی کہ مجھے میرے والد نے ایک دن بحالت ذوق فرمایا کہ:

"بابا بیا کہ جو فیض مجھے دست بدست حضرت جداعلیٰ حضرت غوث صمدانی قدس سرہ سے پہنچا ہے وہ لے۔

ہاتھ دراز کر۔ میں نے نہایت مسرت سے اپنے ارادہ کا ہاتھ حضور کے دست تصرف میں دے دیا اور بمرتبہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ کے شاہراہ کا معائنہ ہوا۔ "بوقت دستگیری فرمودند'' جو کچھ کرو گے وہ نقد بنقد حاصل ہوگا۔ شریعت وثقیٰ کو ملحوظ خاطر رکھ کر حقیقت کے درجہ قصوے پر پہنچنا۔ اول پرسش شریعت ہے اگر شریعت نے کسی کی شکایت کی تو پھر مشکل ہے''

اور یہ بھی فرمایا:

شیخ موسیٰ پاک شہید قدس سرہ خَلق وخُلق دونوں میں وارثِ محبوبِ خدا سرور عالم محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاﷺ تھے۔ سجادہ راستین سلسلہ عالیہ قادریہ ہیں، حضرت ممدوح کو ایک عجیب طرز کی محبت ونسبت وانسیت حضرت غوث صمدانی جداعلیٰ حضرت محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے ساتھ تھی۔ بار ہا بشرف رویت حضرت غوث صمدانی بازیاب ہوکر فیوضیات حاصل کیے اور بطریق کشف قبور حضرت مخدوم عبدالقادر ثانی کی بیعت کا شرف بھی حاصل کیا، شجاعت، سخاوت، علم، حلم ہر ایک میں وراثت بابِ علم علی المرتضیٰ شیرِ خدا صلوٰت علیٰ نبینا وعلیہ سے حاصل کی۔ حسن صورت وزیں سیرت میں لب لب آئمہ اثنا عشرہ تھے۔ حدیث شریف میں جو وارد ہے کہ کانت فی عینی موسیٰ ملاحیۃ من رائے احبہ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں ایسی ملاحت ودلکشی تھی کہ جو شخص دیکھ لیتا شیدائی ہو جاتا۔ یہ آپ پر بھی موزوں تھی۔ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم، آیت۴) ترجمہ: اور تمہارے اخلاق بڑے عالی ہیں۔

۳۔ شہادت:

آپ اپنی عمر کے آخری حصہ میں چند دیہات جو کہ لنگر خانہ پر وقف تھے وہاں تشریف لے گئے اور اپنے خدام واہل اعتقاد کو اپنے دیدار فیض آثار سے جلوہ نمائی کرتے ہوئے ایک بستی میں قیام فرمایا۔ لنگاہان ناہنجار نے اس بستی پر غارت کا ہاتھ پھیلایا۔ زیادہ وفغان کا شور وشغب آپ کی سمع مبارک تک پہنچا۔ دریافت کیا کہ کیا واقعہ ہے لوگوں نے عرض کیا کہ لنگاہ غارت پر تلے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا: ''اشارہ صحیح ہوا بس زمانِ رحلت قریب ہے''

آپ بسواری فیل نہایت اجلال وشوکت کے ساتھ بمعہ چند ہمراہیان ان کی طرف گئے، لنگاہ آپ کی سواری دیکھتے ہی فرار ہوگئے، لیکن سلطان لنگاہ نے چھپ کر ایک تیر مارا جو حضرت پیر کے وجود کرامت آموز کے پہلو پر لگا چونکہ یہ شقاوت سلطان الاشرار کے ناصیہ پر کندہ تھی، آپ اس تیر کے صدمہ سے شہید ہوگئے، یہ ۱۳ شعبان المعظم

۱۰۱۰ھ کا واقعہ ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ.

حضرت موسیٰ پاک شہید بروز چہارشنبہ پہر دن بمقام اوچ پائیں والد ماجد مدفون کیے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے والد ماجد نے کسی صالح کو خواب میں فرمایا کہ فرزندم قطب زمان ہے اسے ہمارے پائے سے نکال کر دوسری جگہ رکھنا بہتر ہے، کیونکہ بوجہ ادب ہم پاؤں سکیڑے ہوئے ہیں بموجب ارشاد خیرالعباد وہاں سے مہنگے ہٹی لائے گئے اور وہیں خانقاہ بنائی گئی اب تک وہیں موجود ہے اور متبرک آستان سمجھا جاتا ہے اور بطور یادگار مجمع ہوتا ہے چونکہ حضرت کے صاحبزادے حضرت شیخ حامد گنج بخش ملتان رہتے تھے اور قوم رندان آپ کے مرید تھے اور بہت سی زمین بطریق نیاز پیش کی ہوئی تھی انہیں اشارتاً و بشارتاً یہ معلوم ہوا کہ آپ حضرت موسیٰ پاک شہید قدس سرہ ملتان میں دفن ہونا پسند کرتے ہیں (انہوں نے اپنی حویلی نذر کر دی) بایں وجہ حسب الارشاد گھوڑا سجا کر اور صندوق نکال کر سوار کر دیا۔ بحرالسرائر میں لکھا ہے کہ بم جرد گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور ملتان کا راستہ لیا باوجود اس کے کہ مہنگی ہٹی میں ۱۵ سال مدفون رہ کر صندوق برآمد ہوا آپ کا وجود مسعود بالکل متغیر نہ تھا۔ عالم حیران تھا کہ یہ عجب ماجرا ہے اسی بقعہ شریف میں اب روضہ منورہ ہے دفن کئے گئے.

امانت کی طرح رکھا زمین نے روزِ محشر تک
ہوا اک موئے تن میلا نہ اک تارِ کفن بگڑا

۴۔ تعلیمات:

سید موسیٰ پاک شہید گیلانی قدس سرہ العزیز نے تیسیر الشاغلین میں انسانی تہذیب کے لئے اپنے ارشادات کے ابلاغ کے لئے ''درویش'' کو مخاطب کر کے اذکار و ادعیہ اور نصیحہ سے سرفراز فرمایا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک پُر تاثیر علمی و روحانی رُشد و ہدایت کی محفل کو حضرت نے زیب زینت فرمایا ہوا ہے اور تدریس و اصلاح کے لیے وعظ و تلقین کے فیوضات کے خطبات ارشاد فرما رہے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد امین لکھتے ہیں کہ

''نویں صدی ہجری میں تصوف کے عروج کا دور ہے۔ اس دور میں صوفیہ کی اشاعت اسلام کے سلسلے میں خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اس عہد میں تصوف کے بارے میں تصنیف و تالیف پر بھی توجہ دی گئی۔ اس کے باوجود اکثر صوفیا کے حالات زندگی کم دستیاب ہیں، اس کے کئی اسباب ہیں۔ صوفیاء بالعموم اپنے حالات زندگی بیان کرنے سے گریز کرتے تھے اور شہرت سے بھی گریزاں تھے۔ زبانی روایات کا دور تھا اور لکھنے کا رواج کم تھا۔ اگر لکھا ہے تو زہد

وتقویٰ پر لکھا، اور ملفوظات جمع کیے، خود صوفیاء نے بھی تصنیف و تالیف کی طرف کم توجہ دی۔ اس صورت حال میں سید موسیٰ پاک شہیدؒ سے ملتان میں تصوف کے ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔ سلسلہ قادریہ کو تقویت ملی اور اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ تیسیر الشاغلین سالکین قادریہ کے لیے دستور اور نصاب کی حیثیت اختیار کر گئی۔ پہلے دو ابواب اور ان کی فصول سے ایسا لگتا ہے، کہ یہ فقہ کی کتاب ہے۔ تصوف کو فقہ باطن بھی کہا جاتا ہے۔ اس طرح تیسیر الشاغلین فقہ باطن کی کتاب ہے۔ جس میں نماز اور مختلف اذکار و وظائف کی روحانی معنویت واضح کی گئی ہے۔ تیسرا باب یعنی آخری باب خاص طور پر تصوف کے مباحث پر محیط ہے۔ یہ کتاب ہر اعتبار سے سلسلہ قادریہ کے لئے نصاب کی حیثیت رکھتی ہے، اور ایک مستند حوالہ ہے۔ فکری سطح پر یہ کتاب سید موسیٰ پاک شہیدؒ کے بصیرت افروز فرمودات سے معمور ہے۔ جہاں انہوں نے درویش کو ''ہاں اے درویش'' کہہ کر مخاطب کیا ہے۔''

تیسیر الشاغلین میں آداب نماز اور اذکار و ادعیہ اور تصوف کے مباحث میں درجہ ذیل ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے:

(الف) آیات قرآن مجید

مثلاً سورۃ انعام، سورۃ مزمل، سورۃ انفال سے آیات مبارکہ

تیسیر الشاغلین میں دی گئی آیات قرآن کی تفسیر پر ایک علیحدہ عنوان کا مقالہ لکھا جاسکتا ہے۔

(ب) احادیث نبویﷺ

مثلاً صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، جامع ترندی، بخاری شریف سے احادیث شریف تیسیر الشاغلین میں دی گئی احادیث شریف کی شرح پر بھی ایک علیحدہ عنوان کا مقالہ لکھا جاسکتا ہے

(ج) اقوال حضرت الشیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ

تیسیر الشاغلین یقیناً اقوال حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی شرح ہے۔

تیسیر الشاغلین کے فارسی مخطوطے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ منشی غلام محی الدین قادری قصوری کی کوشش سے تیسیر الشاغلین کا فارسی متن مطبع صدیقی فیروز پور انڈیا نے ۱۳۰۹ھ میں شائع کیا، جبکہ ڈاکٹر مہر عبدالحق نے مطبوعہ تیسیر الشاغلین کا اردو میں ترجمہ کیا اور قاری غلام دستگیر حامدی نے تیسیر الشاغلین کے کتب خانہ نوشاہیہ ساھن پال شریف (عارف نوشاہی) اور کتب خانہ سرمیدانی (نعیم اختر) میں موجود مخطوطات سے استفادہ کرتے ہوئے اس کی تصحیح کی جسے بیکن بکس ملتان نے ۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۷ء میں شائع کیا۔

اِن مخطوطات کی کاپیاں مہیا کرنے پر محترم عارف نوشاہی صاحب کے شکرگزار ہیں۔ مزید براں پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک نے تیسیر الشاغلین کے مکھڈ شریف کالا باغ (حکیم بشیر گیلانی) کے قلمی نسخہ سے اردو میں ترجمہ کیا ہے جس میں آیات قرآنی ،احادیث نبوی ﷺ اور اقوال حضرت شیخ عبدلقادر جیلانی کا بھی عربی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے غالباً تحریک منہاج القرآن لاہور کے زیر اہتمام طبع کیا جارہاہے۔ حضرت موسےٰ پاک شہید نے تیسیر الشاغلین میں حکمت و دانش کی باتیں کی ہیں۔تبرکا چند اقتباسات پیش ہیں:

ا۔ دعاءسکوت:

پہلے یہ بات جان لینی چاہئے کہ بعض نے دعا کو فضیلت دی ہے اور کچھ لوگوں نے سکوت ورضا کو دعا پر ترجیح دی ہے۔ موءخرالذکر کا خیال ہے کہ سکوت میں خالص تسلیم و رضا ہے اور دعا میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر وقضا پر ایک قسم کی شکایت اور عدم رضا کا پہلو پایا جاتا ہے۔ بندہ دعا کر کے گویا اپنے ارادے کو حق سبحانہ تعالےٰ کے اختیار و مشیت پر ترجیح دیتا ہے اور اس کی تدبیر وتقدیر پر اکتفا نہیں کرتا، اس لئے وہ اس بات کو بارگاہ ایزدی کے آداب کو ترک کرنا سمجھتے ہیں۔لیکن محققین نے دعاء وسکوت میں سے ہرایک کی فضیلت کو مشروط قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اوقات مختلف ہیں، بعض حالتوں میں سکوت سے دعا بدرجہا بہتر ہوتی ہے۔ جب بندہ دعا کرنے میں حضورِ قلب، انہماک، شرح صدر اور رغبت وانس محسوس کرے اور اس کا دل دعا کی جانب اشارہ کرے تو سکوت سے دعا کئی درجے افضل و اعلیٰ ہے۔ اسی طرح بعض مخصوص اوقات میں طلب و دعا سے سکوت وسکون فائق ہوتا ہے اور اس بات کی شناسائی بھی وقت میں ہی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر بندہ اپنے دل میں انقباض اور رعب محسوس کرے یا استغراق و وجدان اور معرفت حال کی کیفیت طاری ہو اور دعا ان کیفیات کے مخالف و ناموافق ہو تو ایسے وقت میں دعا کے بجائے سکوت وسکون بہتر واولیٰ ہے۔

چونکہ دعا کا مقصود، تضرع و تذلل، عاجزی وانکساری، استعانت واستغاثہ اور اظہار احتیاج وعبودیت ہے تو سالک کو چاہئے کہ جن اوقات میں جو حالت موافق و معاون ہو اس کے مطابق عمل کرے خواہ دعا بزبان قال ہو کہ زبان سے اپنی حاجت طلب کرے یا بزبان حال ہو کہ بندے کی حالت خود عرض کناں ہو یا بزبان تعرض ہو کہ حق تعالیٰ کے ذکر اور مدح وثنا میں منہمک ہو۔

۲۔ سحرگاہی:

اے درویش ہمہ تن گوش ہو کر سن! ماسویٰ اللہ کو دل سے غائب کر اور قلب کو صرف اسی کی یاد میں محو رکھنے کی

کوشش کر بلکہ خیال کر کہ تیرا ایک سانس بھی ذکر حق کے بغیر باہر نہ آئے۔ اگر اپنی حالت پر دھیان نہ دے گا تو حسرت وافسوس کے سوا تجھ پر کچھ منکشف نہ ہوگا۔ اٹھتے بیٹھتے، آتے جاتے، سفر و اقامت غرضیکہ ہر حالت وفعل اور ہر وضع و طور میں تیرے قلب و زبان کو ذکر الہیٰ میں مشغول رہنا چاہیے تا کہ حق تعالیٰ کی بے پایاں رحمتیں ہر گھڑی تجھ پر برستی رہیں۔ بالخصوص نیم شب، آخر شب اور وقت سحر کا خیال رکھ کیونکہ یہ وقت حصول مقصود و مطلوب کے لیے بہت افضل ہے۔ لہذا تجھے چاہیئے کہ نالہ آہ سحر گاہی اور دعوت استغفار کی کثرت کر اور ادعیۂ واذکار جو بزرگان قادریہ سے منقول ہیں اپنا معمول بنا۔ اور وقت سحر کہے:

''اَللّٰھم بِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیٰ وَبِکَ نَمُوتُ وَاِلَیْکَ النُّشُوْرُ''

ترجمہ: ''اے اللہ تعالیٰ ہم نے ابتدائے صبح بھی تیرے نام سے کی اور شام بھی تیرے ہی نام سے کی تیرے نام کے سہارے ہی جیتے ہیں اور ہماری موت بھی تیرے نام پر ہوگی اور تیری طرف ہی اٹھائے جائیں گے''۔

''رضیت باللہ ربًا و با الاسلام دینًا و بمحمدٍ نبیاً''

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر میں راضی ہوں''

۳۔ وقت قبولیت:

طالب حق کو چاہیے کہ آفتاب کے زائل ہونے سے قبل نیند سے بیدار ہو جائے اور نہایت ہی حضور قلب سے مسواک کے ساتھ وضو کرے، دل کو فاسد خیالات اور باطل اندیشوں سے خالی کر دے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب سورج نصف النہار سے زائل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور طالبان حق کی دعاء و نیاز واجب الوجود تک پہنچ جاتی ہے کیونکہ یہ وقت دعاوں کے قبول ہونے کا ہے۔

۴۔ حضور قلب:

طالب کو چاہیے کہ ہر نماز مسجد میں باجماعت ادا کرے تا کہ نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہو سکے اور ہر نماز بالخصوص فرض نماز کو نہایت خضوع وخشوع سے ادا کرے، کیونکہ کامل عقل والا وہی ہے جس کی تمام ہمت اور کوشش نماز کے اہتمام اور اس کی تکمیل میں صرف ہو۔

۵۔ حکمت نماز سنت:

واضح رہے کہ وضو قبل از وقت کر لیا جائے اور ہر طرح نماز کے لیے مستعد ہو، فرض سے پہلے سنتوں کے ادا کرنے میں حکمت یہ ہے اگر مخلوق کے ساتھ میل جول کے باعث دل میں کدورت کے اثرات نے راہ پالی ہے تو وہ سنت کی برکت سے زائل ہو جائیں اور دل پوری طرح فریضہ کے لیے صالح ہو جائے۔ اسمیں مناجات کی لیاقت اور کلام الٰہی کے لیے وسعت پیدا ہو جائے اور یہ معلوم کر لے کہ وہ کس کے حضور میں حاضر ہونے والا ہے۔

۶۔ حقیقت نماز:

اے درویش یہ بات ذہن نشین کر لے کہ لغت میں صلوٰۃ کا لفظ دعا کے معنی میں اور شریعت میں تمام قسم کے اذکار اور چند جسمانی و قلبی اور فعلی ہیئتوں کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ دعا کی اکمل اور احسن صورت یہ ہے کہ بندہ اپنے وجود کے تمام اعضاء و اجزا کے ساتھ قولی، فعلی اور عملی طور پر نہایت عجز و انکساری اور استغراق کے ساتھ اپنے آقا کو یوں پکارے کہ اس کا پورا وجود زبان ہو جائے جو دعا کرنے میں پیچھے نہ رہے۔ یعنی حقیقت میں نمازی وہ ہے جو نماز کی حالت میں مشاہدہ معبودِ حقیقی کے نور کے غلبہ سے اور وجود کے نقوش کی تلاش میں مخلوق سے جدا ہو کر واصل باللہ ہو جائے، جیسے کہ سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام شبِ معراج بارگاہ ربوبیت میں واصل ہوئے اور اپنی امت کے خواص کے لئے اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں پہنچنے کا طریقہ اس طرح بیان فرمایا کہ "الصلوٰۃ معراج المومن" (نماز مومن کیلئے معراج ہے) اور اسی طرح حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ماسوی اللہ سے کٹ کر اللہ سے تعلق جوڑنے کا نام نماز ہے۔

۷۔ وضو:

اے درویش! جب تو نماز کے لیے اٹھے تو اپنے دل کو نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ اپنی نماز کی طرف لگا۔ ہر وضو میں مسواک کو استعمال کر اور اکثر اوقات اپنی داڑھی میں کنگھا کر اور کنگھا کرتے وقت سورۃ الم نشرح پڑھتا رہے۔ وضو کرنے کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضو کی نیت سے ادا کر اور پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد قل یا ایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورت اخلاص پڑھ۔

۸۔ فضیلت اول وقت:

اے درویش! تمام نمازوں میں خیال رکھ کہ ہر نماز اول وقت میں ادا کرے تاکہ اول وقت کی فضیلت سے محروم نہ ہو اور ہر نماز کی تیاری پہلے سے کر اور وضو نیا کر کے نماز تحیۃ الوضو ادا کر کے چار رکعت سنت عصر ادا

کرے اور عصر کی سنتوں میں سستی و کاہلی نہ کر۔

۹۔ شب خیزی:

سرور عالم، شفیع المذنبین والمذنبات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات نے فرمایا کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے سوائے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر کے، اس لئے اے درویش! تجھے چاہئے کہ ہر وقت اس کوشش میں رہے کہ غیر اللہ سے دوری اختیار کر کے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے آویزاں رکھے بالخصوص نیم شب اور آخر شب میں جب بیدار ہو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کیونکہ یہ وقت بہت محمود ہے اور مطلوب و مقصور کے لیے مفید ہے

خلق کہ توفیق طلب یا فتند

کامہ جان در دل شب یافتند

(جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توفیق حاصل ہوتی ہے وہ نصف شب کو روح و جان کا مقصود حاصل کرتے ہیں)

اے درویش! تجھے چاہئے کہ نصف شب میں استغفار و دعا اور آہ و فغان کی کثرت کرے کیونکہ اس کا اثر بہت عجیب ہے اور جب نماز تہجد کیلئے اٹھے تو جس طرح کہ پہلے لکھا گیا ہے قیام کرے مستحب یہ ہے کہ رات کا نصف یا ایک تہائی نماز میں مشغول رہے۔ تاکہ اقتداء اس آیت مبارکہ ہو۔

﴿"يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا﴾ (المزمل آیت ۱ تا ۳)

ترجمہ: "اے محمد جو کپڑے میں لپیٹ رہے ہو رات کو قیام کرو مگر تھوڑی سی رات یا اس سے کچھ کم"

۱۰۔ بندگی:

اے درویش! تجھے معلوم نہیں کہ سرور عالم ﷺ اپنے اوقات کس طرح صرف فرماتے تھے؟ بالخصوص آپ ﷺ رات کو اس قدر قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے پاوں مبارک سوج جاتے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اگلی پچھلی خطاؤں سے محفوظ نہیں فرما دیا۔ تو آپ نے جواب دیا کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔

۱۱۔ نماز تسبیح:

معلوم ہونا چاہیے کہ صلوٰۃ التسبیح کی اہمیت و فضیلت حدیث نبوی سے ثابت ہے ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس سے فرمایا۔ اے چچا اگر ہو سکے تو آپ ہر روز نماز تسبیح پڑھا کریں یا ہر

جمعہ کے دن اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک دفعہ یا سال میں ایک مرتبہ اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو پوری عمر میں ایک دفعہ نماز تسبیح ضرور پڑھیں کیونکہ یہ تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں اور صوری و معنوی خطاؤں کو محو کرنے والی ہے۔ حدیث نبوی سے صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعت ثابت ہیں۔

۱۲۔ تلاوت قران مجید:

کلام الٰہی کی تلاوت یا سماع اس طرح کرنا چاہیے کہ جب بندہ کی اپنی زبان پر یا کسی اور کی زبان پر کوئی کلمہ یا آیت جاری ہو تو یوں محسوس کرے گویا کہ وہ متکلم حقیقی سے سن رہا ہے۔ الفاظ کے معانی کی گہرائی میں چلا جائے اور سننے کی لذت میں اس قدر منہمک ہو جائے گویا متکلم حقیقی ہی سے سن رہا ہے اور اپنی زبان یا دوسرے کی زبان کو صرف ایک واسطہ ہی تصور کرے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنا کلام اس کے کانوں کو پہنچا رہا ہے، اور اپنے آپ کو انی انا اللہ بسمع موسیٰ نبینا وآلہ وعلیہ الصلوۃ و السلام کے قدیم طریقہ خطاب کے ذریعہ تک پہنچائے۔

۱۳۔ ذکر الٰہی:

اے درویش! نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''ذکر اللہ شفاء القلوب'' کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر دلوں کے لئے شفا ہے۔ اور غوث اعظم کا ارشاد ہے کہ، جب کوئی شخص ذکر حق پر مداومت کرے تو اسے معرفت، علم اور توحید نصیب ہو جاتے ہیں، اس لئے تجھ پر لازم ہے کہ تو ان تمام وظائف کو جو بیان کیے گئے ہیں اس ترتیب سے پڑھے کہ تیرا کوئی وقت اور کوئی حالت ان سے خالی نہ ہو، آنے جانے، کھانے پینے، بیٹھنے سونے، سننے، کہنے اور تمام حرکات و سکنات میں ذکر الٰہی میں مصروف رہے تاکہ کوئی لمحہ بھی غفلت و سستی میں نہ گزرے جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اس قدر ذکر کرو کہ لوگ تمہیں مجنوں کہنے لگیں اور ایسی حالت ہر قسم کے خیالات و اوہام کی نفی اور جہد بلیغ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی جس قدر دل سے وسوسوں کو دور کیا جائے اسی قدر یہ نسبت قوی و محکم ہو جاتی ہے، لہذا کوشش کر کہ تیرے دل کا صحن تمام متفرق خیالات سے خالی ہو جائے اور تجھے پوری طرح دل جمعی حاصل ہو جائے۔ طالب کو چاہئے کہ تمام اوقات ذکر کا خاص خیال رکھے بالخصوص نصف شب، آخر شب، نماز عشاء، نماز فجر اور نماز عصر کے بعد کے وقت کا خیال رکھے۔

۱۴۔ عارف:

اے درویش! جاننے کی بات ہے کہ محبوب حق شیخ محی الدین سید عبدالقادرؓ فرماتے ہیں جب تو کلمہ لا الہ الا

اللہ کہے تو پہلے اپنے دل میں کہہ اور پھر اپنی زبان کے ساتھ کہہ اور اس کے غیر کو چھوڑ کر صرف اسی پر توکل کر، کیا تجھے اس بات سے شرم و حیا نہیں آتی کہ تو لا الہ الا اللہ کہتا ہے حالانکہ اللہ کے سوا تیرے ہزاروں معبود ہیں، اللہ غالب و بزرگ کی طرف توبہ و رجوع کر اور ان تمام چیزوں سے توبہ کر لے جن میں تو مبتلا ہے، جو شخص دل کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتا ہے حقیقت میں وہی ذاکر ہے اور جو دل کے ساتھ اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو وہ ذاکر ہی نہیں، پہلے تو حق تعالیٰ کا ذکر اپنے دل کے ساتھ کر اور پھر بدن کے ساتھ، اپنے دل کے ساتھ اللہ کا ذکر ہزار دفعہ کر اور اپنی زبان کے ساتھ ایک دفعہ، پھر بغیر دل کے تیری زبان کا ذکر کرنا نہ تو کرامت ہوگی اور نہ باعث غرور و تکبر، ذکر تو صرف ذکر قلب اور ذکر سِرّ ہے پھر جب تو نے اپنی زبان کے ساتھ، ذکر حق کیا تو، تو تائب ہوگا۔ اگر دل کے ساتھ ذکر کریگا تو پھر تو سالک ہے اگر سِرّ کے ساتھ ذکر کرے گا تو پھر تو محب ہے اگر تو اس کا ذکر سنے گا تو پھر تو محبوب ہے اور اگر تیرے سِرّ کے ساتھ اللہ نے ذکر کیا تو پس تو عارف ہے۔

۱۵۔ مراقبہ:

اللہ سبحان و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جان لیجئے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے اور اسے ہر شے کا علم ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کا مشاہدہ کر رہے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو یقیناً وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

محبوب حق شیخ محی الدینؒ فرماتے ہیں:

اے بندے تو کہاں ہے اور وہ لوگ جو اللہ غالب و بزرگ تر کی بارگاہ میں باطنی مراقبہ کرتے ہیں جیسے کہ وہ اپنے ظاہر میں مراقبہ کرتے ہیں اگر تو فلاح و کامیابی چاہتا ہے تو اس کے سامنے تجھ پر سکون لازم ہے ظاہری سکون ہو حرکات سے اور باطنی سکون ہو خطرات سے۔ یقیناً ظاہر، باطن کا عنوان ہے۔ اگر تو اس کی بارگاہ تک پہنچنا چاہتا ہے تو تجھ پر سکون لازم ہے تحقیق تم پر محافظ فرشتے مقرر ہیں جو تمہارے ظاہر کی حفاظت کرتے ہیں اور اللہ غالب و بزرگ تر تمہارے باطن کی حفاظت کرتا ہے۔ تمام دائرہ اس کے حق پر ہے وہ تجھے دنیا و آخرت میں نہ چھوڑے گا اور دل کے اعمال کا لحظہ، ظاہر کے اعمال سے یقیناً ہزار دفعہ بہتر ہے ہر وہ چیز جو تجھے ذکر الٰہی سے منحرف کرتی ہے تیرے لئے ننگی تلوار ہے اور روزہ فرض نماز اور سنت کے ادا کرنے کے بعد اللہ غالب و بزرگ تر کی بارگاہ میں مراقبہ کرنا تجھ پر لازم ہے اور تیرا نفس اس چیز کے مطابق ہونا چاہیے جس سے تو محبت کرتا ہے اگر تو دین اور آخرت کی بہتری چاہتا ہے تو

جلوت اور خلوت میں اللہ کے علم کا مراقبہ کر۔ صرف جلوت میں مراقبہ منافقین کے لئے ہے اور خلوت و جلوت دونوں میں مراقبہ دوسروں کے لئے ہے۔

۱۶۔ لائق بارگاہ:

جان لیجئے کہ دوامِ مراقبہ سے مراد یہ ہے کہ ہمیشہ دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات دیکھنے والا ہونا ،نیستی، فنا اور نسیان کی حالت میں ہونا اور ماسوی الحق سے سِرّ کو کھینچ لینا۔ مراقبہ مخالفت نفس، جزم و یقین اور دوام محاسبہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، محاسبہ سے مراد ہے کہ ہر وقت اپنے اعمال سے خالی و نا امید ہونا، اپنی کوتاہی و کمی کا ملاحظہ کرنا، اپنے حال سے واقف ہونا(جو یا تو شکر کا سبب ہے یا عذر کا سبب ہے) اور اپنے آپ کا ریا اور عجب اور خود پسندی سے دور کرنا کیونکہ ریا اور عجب تکبر کی چھوٹی سی آستین ہے اور تو نہیں جانتا کہ دوزخ کا پہاڑ یہی ہے۔ خاطر دل جمع رکھ، آج کا دوست کل تک نہ رہے گا تپ اور سوز میں کوئی پُر سانِ حال نہ ہوگا۔ کسی لمحہ بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ جب بھی ہو سکے اللہ کی یاد سے نور حاصل کر کیونکہ ہر وقت تجھے حضوری نصیب نہیں ہوگی، حضوری جب بھی تیرا ساتھ دے تو، تو لائق بارگاہ ہو جا جہاں سے تو نور و روشنی حاصل کرے گا۔

۱۷۔ حضوری:

اے درویش! حاضر ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر ہے۔ ظاہر میں، باطن میں، تمام وقت میں اور ہر حال میں دیکھنے والا ہے، وہ اس خسارہ کی جگہ کا دیکھنے والا ہے جو دوسروں سے تعلقات جوڑنے کی وجہ سے ہے۔ اللہ کی رضا کا طریقہ اختیار کر، تمام دوسروں سے دل کو اٹھا لے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ دل کو باندھ۔ دوسرے تمام لوگوں سے تعلق توڑ دے صرف حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑ، تمام چیزوں میں جو جمال اور کمال ظاہر ہے یہ سب اِسی کے جمال اور کمال کے پرتو سے ہے لہٰذا جو دانا ہے وہ اِسی کی دانائی کے اثر سے ہے اور جس جگہ بینائی ہے وہ اِسی کی بینائی کا ثمرہ ہے۔

لہٰذا اے دوست تو کوشش کر اپنے آپ کو آپ ہی ڈھانپ لے اور اس کام کی طرف متوجہ ہو جو تجھے حقیقت کی طرف مشغول کرے اور اپنے آپ سے تجھے چھڑا دے، اس شغل کو اس قدر دوام اور مواظبت کے ساتھ کر کہ یہ تیری جان میں آمیز ہو جائے اور تیری ہستی سے ایک نور اُترے اور یہ معنی عینِ ذکر ہے بلکہ اس کی حقیقت ہے۔

۱۸۔ محبت رسول ﷺ:

اے درویش! نبی کریم ﷺ کی محبت میں جلنے والے اس حدیث کی رو سے آج بھی زندہ ہیں جس شخص نے

بھی اس جگہ دوستی پالی اس نے انوار وتجلیات سے روشنی پالی اور جو بندہ بھی آپ کی محبت میں رہے وہ ابد تک زندہ ہے اسی لئے کہا گیا ہے۔محبت کے ساتھ دوری نہیں ہے۔

۱۹۔ آداب محبت مصطفویﷺ:

خبردار اے درویش! وہ محبوب حق شیخ محی الدینؒ فرماتے ہیں ہر وہ شخص جس کے پاس ادب نہیں وہ خالق اور مخلوق کے ہاں قابل نفرت ہے اور ہر وقت جس میں ادب کا لحاظ نہیں وہ ہمیشہ کے لئے حقیر اور قابل نفرت ہے اور اللہ تعالیٰ حسن وادب والے کے ساتھ ہے لہذا تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ حفظ آداب محبت کا ثمرہ ہے اور یہی محبت کا بیج بھی ہے جتنی محبت کمال پر ہوگی آنحضرتﷺ کے آداب کی رعایت کا اہتمام اتنا ہی زیادہ ہوگا جس شخص کے دل میں محبت زیادہ پختہ اور راسخ ہوگی وہ آنحضرت ﷺ کے آداب کا اہتمام زیادہ کریگا کیونکہ ایمان والوں کے نزدیک درِمعرفت واضح ہے کہ آنحضرتﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور بارگاہ ربوبیت تک رسائی کا وسیلہ ہیں لہذا محبت الہٰی اور محبت رسالتمابﷺ لازم ہیں اور جس جگہ محبت الہٰی کمال پر ہوگی وہاں آنحضرتﷺ کے آداب کی رعایت لازم ہوگی لہذا اہل ایمان کے لئے عموماً اور اہل کشف وعرفان کے لئے خصوصاً رسالت پناہﷺ کے آداب کی رعایت لازم اور واجب ہے۔آنحضورﷺ اگرچہ بصورت جسمانی ظاہر بین نظروں سے اوجھل اور پوشیدہ ہیں لیکن صفت روحانیت میں اہل بصیرت کے ہاں مکشوف اور ظاہر ہیں کیونکہ آنحضرتﷺ کی شریعت کی صورت روحانیت کا قالب اور سانچہ ہے اور تمام روحوں اور نفوسہ کو آپﷺ کی امداد متواتر ومسلسل پہنچ رہی ہے اور اس کا مصدق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ

"**یا ایھا الذین آمنو ااستجیو اللہ والرسول اذا دعا کم یحییکم**"(انفال،آیت ۲۷)

ترجمہ: مومنو! خدا اور اس کے رسولﷺ کا حکم قبول کرو جب کہ رسول خدا تمہیں ایسے کام کے لئے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی بخشتا ہے"۔اس وجہ سے حیات کو مسلسل فیض حاصل ہو رہا ہے۔

۲۰۔ فیض رسانی رسالت مابﷺ:

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ شریعت محمدیہ، امت اسلامیہ کے وجود کے درخت کا پھل ہے یہ ایک ایسا سورج ہے جس نے اپنے نور سے کائنات کی ظلمتوں کو روشن کر دیا ہے۔اتباع شریعت، سعادت

دارین عطا کرتی ہے، لہذا اس بات سے خوف رکھ کہ تو شریعت کے دائرے سے نکلے اور اجماع اُمت سے جدائی حاصل کرے اور دل میں کبھی خیال تک نہ آئے کہ کسی سالک کو جو کمال منزلت اور علو مرتبت حاصل ہوا ہے وہ اس کے اپنے امکان میں تھا، بلکہ یہ سب کچھ تو آنحضرت ﷺ کی ہدایت کا فیض ہے اور یہی عظیم ادب ہے اگر کسی ولی کو ولائیت کی تکمیل حاصل ہے تو بھی سرکار دوجہان ﷺ کو ولایت کے نور کے اقتباس سے ہے کوئی صاحب وصال آنحضور ﷺ کی امداد سے مستغنی ہو کر مقام وصل پر ہرگز نہیں پہنچ سکتا، کمالیت اور علویت کا جو بھی مرتبہ ہے وہ سب مصطفےٰ ﷺ کی روح اور نفس مقدسہ ومطہرہ کے تقسیم کیے ہوئے فیض سے ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے واسطہ کے بغیر کوئی شخص بھی امداد الٰہی سے فیض یاب نہیں ہوسکتا اور ایسا شخص جس کے دل میں آپ واسطہ سے استغنا اور استقلال پیدا ہو، وہ مردود اور مطرود ہے۔ (ہم ہلاکت اور کمی ونقصان سے اللہ ہی کی پناہ چاہتے ہیں)۔ ۱۰۰

۲۱۔ عبودیت:

اے درویش! مرتبہ محبت ﷺ میں تمام آداب کا لحاظ رکھا جائے۔ بارگاہ میں حاضری ہو تو نہایت تمکنت کا مظاہرہ ہو۔ آداب سخن کا لحاظ ہو۔ ظاہری شریعت کے حقوق کے تمام آداب کی رعایت رکھی جائے، تمام آثار واخبار، کو فراموش نہ کیا جائے عبودیت کی مضبوطی اور سکنت کے اظہار کی حد سے کبھی آگے نہ بڑھا جائے ایسا نہ ہو کہ تمہارا شمار نافرمانوں اور روگردانی کرنے والوں میں ہو جائے۔

اللھم صلِ علی محمد و علی آلہِ و اصحابہ اجمعین.

آداب شیخ:

معلوم ہونا چاہے کہ مرید کے لیے صحبت شیخ کے آداب کی رعایت لازم اور واجب ہے کیونکہ آداب کی رعایت کرنا دلوں کے کھینچنے اور مائل کرنے کا ذریعہ اور سبب ہے اور روح کے مشاہدات کا جمال اور عقل کا کمال سوائے محاسن آداب کے کہ جو تہذیب اخلاق سے عبارت ہے حاصل نہیں کیا جا سکتا جب مرید اپنے شیخ کی صحبت میں مودب ہوگا تو شیخ کے دل میں بھی اپنے مرید کے لئے محبت پیدا ہوگی اور منظور رحمت الٰہی ہوگا، شیخ کا دل برکات اور رحمت الٰہی کے نزول کا مقام ہے جب اس دل میں مرید کے لئے محبت پیدا ہوگی تو علی سبیل التواتر اور علی سبیل التعاقب اس دل سے جاری ہونے والا لامتناہی فیض مرید کے حال کو بھی شامل ہو جائیگا، مرید کو شیخ کا قبول کر لینا، حق سبحانہ وتعالیٰ اور حضور ﷺ کی قبولیت پر صریح دلیل ہے اور یہ قبولیت اس بات کی صحیح علامت ہے کہ مرید کا شیخ جس سلسلہ طریقت

سے نسبت رکھتا ہے اس سلسلہ کے تمام مشائخ اور بزرگوں نے بھی اس مرید کو قبول کر لیا ہے۔ چونکہ شیخ کی تربیت کے حقوق کا بدلہ حسن ادب کی رعایت کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے اس لئے شیخ (جو مرید کا روحانی باپ ہوتا ہے) کی تعظیم و توقیر اور اس کے آداب کا خیال رکھنا۔ گویا اس کے حقوق میں سے ایک حق کا ادا کرنا ہے اور اس کے حقوق سے غفلت برتنا، عین تقصیر اور نافرمانی ہے۔ حدیث شریف میں ہے

''جس نے ہمارے بڑوں کی عزت نہ کی اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کھایا وہ ہم میں سے نہیں''

پیر و مرشد کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی مورث اور موصل ہے۔

۲۱۔ جمالِ مُرشد:

اے درویش! اگر محبوب سبحانی کے جمال اور کمال کا مشاہدہ کرنے کی تجھے سعادت نصیب ہو تو پھر اسی صورت کو اپنا نصب العین بنالے اور اس صورت سے ملاقات کے خیال میں مستغرق ہو جا۔ اس کام کی ورزش کرنے میں اپنی ہستی کو گم کر دے اور اس جمال کے خیال میں فنا ہو جا اگر یہ نسبت درست ہوگئی پھر تجھے معلوم ہو جائیگا کہ اس جمال کے انوار تیرے جسم میں کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ اگر اب تک تجھے یہ نسبت حاصل نہیں ہے تو پھر آپ کے حلیہ مبارک کو اپنے تصورات میں بٹھا لے پھر تو دونوں جہانوں کی سعادت سے محروم نہ ہوگا اور اس نسبت کے حاصل کرنے میں بھی تجھے مقصود و مطلوب حاصل ہو جائے گا۔

سید محمد جمال اللہ موسیٰ پاک شہید کی تعلیمات قرآن وسنت کے عین مظہر ہے۔ آپ کی تعلیمات عصر حاضر کے مسائل کے حل کے لئے رہنما اصول فراہم کرتی ہیں۔ آج ہم امت مسلمہ جن پریشانیوں اور مسائل کا شکار ہیں ان کا حل تلاش کرنے کے لئے ہمیں کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمارے پاس موجود قرآن وسنت کے بعد صوفیائے کرام کی تعلیمات جن کو ہم اپنے تعلیمی نصابات میں شامل کر کے اپنی نسل نو کی بہترین تربیت کا ذریعہ بنا سکتے ہیں۔ اور پسماندگی، جہالت، بدامنی سے چھٹکارا حاصل کر کے دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں۔ حضرت موسیٰ پاک شہید کی تعلیمات اور عصر حاضر کے مسائل کا صرف حل ہی پیش نہیں کرتی بلکہ ہمیں دیگر نظاموں سے اپنا رخ بدل کر اسلامی نظام حیات پر کاربند رہنے کی تاکید بھی کرتی ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم آپ کی تعلیمات و ملفوظات کو تحقیق و تدوین کے مراحل سے گزار کر منظر عام پر لائیں اور استفادہ عام کے لئے پیش کریں جو بہت بڑی دینی، علمی، سماجی اور سیاسی خدمت ہوگی۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) سید ابوالحسن محمد جمال الدین موسیٰ پاک شہید کی تصنیف تیسیر الشاغلین کا تعارف از پروفیسر ڈاکٹر محمد امین صدر شعبہ فلسفہ بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان ''سرائیکی وسیب'' (یادگاری اشاعت ۲۰۱۰ء) سرائیکی ایریا سٹڈی سنٹر بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان۔

(۲) تیسیر الشاغلین اردو ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک صدر شعبہ عربی گورنمنٹ اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

O تیسیر الشاغلین کا انگریزی ترجمہ پروفیسر عامر حفیظ ملک گورنمنٹ ایمرسن کالج ملتان Maxim of Musa Pak Shaheed کے عنوان سے کر رہے ہیں

(۳) بحرالسرائر قلمی فارسی از سید سعد اللہ رضوی (گیلانی خانوادہ کا تذکرہ)

(۴) غوث اعظم از قاضی برخوردار ملتانی۔ کتب خانہ خضر منزل ملتان ۱۹۲۷ء

(۵) تاریخ ملتان جلد دوم از مولانا نور احمد فریدی میں لکھا ہے کہ

''بقول مرقع ملتان آپ (حضرت سید موسیٰ پاک شہیدؒ کے صاحبزادے حضرت سید حامد گنج بخشؒ) نے اُچ شریف کی سجادگی از خود اپنے چچازاد بھائی کے حوالے کر دی تھی۔ (صفحہ ۱۲۲)''